سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیت ۱۰۹ - ۱۱۰

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ : کتاب میں حوالہ کیلئے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغۃ' الاعراب' الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ بحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کیلئے ۱' الاعراب کیلئے ۲' الرسم کیلئے ۳ اور الضبط کیلئے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لئے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لئے نمبر ا کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھٰکذا۔

۲ : ۶۶ : ۲ الاعراب

بلحاظ مضمون اس قطعہ کو سات جملوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جن میں سے پہلے دو اپنے مضمون کی بناء پر دراصل ایک ہی جملہ بنتے ہیں۔ خیال رہے "الاعراب" کے بیان میں "جملہ" سے مراد کم و بیش ایک مستقل مضمون کی بناء پر باہم مربوط عبارت ہوتی ہے جس کا ایک معیار کسی علامت وقف کا استعمال ہے..... ورنہ خالص نحوی نقطہ نظر سے تو محض ایک صیغہ فعل بھی مستقل جملہ (فعلیہ) ہوتا ہے۔ اس طرح باعتبار مضمون اس عبارت کے اجزاء (جملوں) کی تقسیم اور ہر ایک کی نحوی وضاحت یوں بنتی ہے :

❶ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا

[ودَّ] فعل ماضی (واحد غائب مذکر) ہے [کثیر] اس کا فاعل (لہذا) مرفوع ہے اس لئے

آخر پر تنوین رفع (ـٌ) ہے [مِنْ اَھْلِ الکِتابِ] یہ پورا مرکب جاری (جس میں حرف الجر "مِن" کے بعد مجرور "اھل الکتاب" خود مرکب اضافی ہے یعنی "اھل" مضاف لہٰذا خفیف بھی ہے اور "الکتاب" مجرور بالاضافہ ہے) فاعل (کثیرٌ) کی صفت کا کام دے رہا ہے [لَوْ] حرف تمنّی (تمنا) ہے جسے "لَوْ مصدریہ" بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے بعد والے فعل کو مصدر مؤول کے معنی دیتا ہے۔ [یردُّونکم] میں "کُم" تو ضمیر منصوب مفعول بہ ہے اور فعل "یردُّون" مضارع کا صیغہ ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھُمْ" بصورت واو الجمع مستتر ہے اور یہ عبارت "لَو یردُّونکم" فعل "وَدَّ" کا مفعول لہٰذا محلاً منصوب ہے۔ مصدر مؤول کی صورت میں عبارت "لَوْ یردُّونکم" (گویا) "رَدَّ کم" (تم کو لوٹا دینا) بھی جائے گی یعنی "وَدَّ کثیرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ رَدَّکُمْ" (بہت سے اہل کتاب تم کو لوٹانا چاہتے ہیں) [مِنْ بَعْدِ...] جار (مِنْ) اور مجرور (بَعْد) مل کر ظرف ہیں (دراصل تو "بعد" ظرف زمان ہے جو مجرور بالجر ہو کر آیا ہے) اور "بعد" آگے مضاف بھی ہے (ہر ظرف عموماً مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے)

[ایمانِکم] مرکب اضافی ہے جس میں مضاف الیہ تو ضمیر مجرور "کُم" ہے اور کلمہ "اِیمان" جو آگے مضاف ہونے کی وجہ سے خفیف بھی ہو گیا ہے اپنے سے ماقبل ظرف (بعد) کا مضاف الیہ بھی ہے' اس لئے اِس کی تنوین الجر (ـٍ) اب صرف ایک کسرہ (ـِ) رہ گئی ہے۔ [کُفَّارًا] فعل "یردُّون" کا مفعول ثانی ہے (مفعول اول "لو یردُّونکم" یا "رَدَّکم" تھا)۔ دراصل تو فعل "رَدَّ یَرُدُّ" (لوٹا دینا) کا مفعول ایک ہی ہوتا ہے لیکن یہاں چونکہ یہ "صَیَّرَ" (بنا دینا یعنی..... کو..... بنا دینا) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اِس لئے اِس کو دو مفعول الاٹ کئے جا سکتے ہیں۔ تاہم بعض نحویوں نے اِس (کُفَّارًا) کو "یَرُدُّونکم" کی ضمیر مفعول (اول) کا حال قرار دیا ہے۔ اِس صورت میں ترجمہ ہوگا "لوٹا دیں تم کو کافر ہوتے ہوئے/ لوٹا دیں تم کو اِس حالت میں کہ (تم) کافر ہو وو" مگر اِس پیچیدہ ترکیب کو اکثر نحویوں نے "ضعیف" قرار دیا ہے۔ ویسے "حال" کا اردو ترجمہ بھی فہم سے بالاتر ہی رہ جاتا ہے جبکہ مفعول ثانی کی صورت میں اردو ترجمہ بھی آسان ہے' یعنی "وہ تم کو بنانا چاہتے ہیں کافر" اور ہمارے تمام مترجمین نے معمولی فرق عبارت کے ساتھ یہی ترجمہ کیا ہے۔

۲ "حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْحَقُّ"

یہ عبارت نہ تو بلحاظ مضمون ایک مستقل جملہ بنتی ہے (جو اپنا مطلب سمجھانے کے لئے کسی دوسری عبارت کا محتاج نہ ہو) اور نہ ہی نحوی اعتبار سے کوئی جملہ بنتا ہے (بلکہ نحوی لحاظ سے تو

صرف اِس کا آخری حصہ "تبیّنَ لھُمُ الحقُّ" ہی جملہ بن سکتا ہے) دراصل یہ پوری عبارت سابقہ جملے (نمبرا) پر' [جو بلحاظ مضمون بھی اور بلحاظ نحو بھی ایک مکمل جملہ ہے اور اسی لئے "کُفّارًا" کے بعد وقف جائز کی علامت (ج) لکھی ملتی ہے] تبصرہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی کے مضمون کے بعض پہلوؤں کی مزید وضاحت کرتی ہے۔ لہٰذا یہ نحوی اعتبار سے اسی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور یوں اسی جملہ (نمبرا) کا ہی حصہ بنتی ہے اور اسی لئے سابقہ جملے کے آخر پر (کُفّارًا کے بعد) علامت وقف جائز "ج" کے اوپر "صلے" (ﺻﻠﮯ) بھی لکھا جاتا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگرچہ بلحاظ مضمون ایک جملہ ختم ہوتا ہے • تاہم بلحاظ ترکیب نحوی (اعراب) اس کے مابعد والی عبارت بھی اسی (سابقہ جملے) سے ملی ہوئی بنتی ہے۔ اس عبارت کی وجوہ اعراب کچھ یوں ہیں۔ [حَسَدًا] مفعول لاجلہ (لَہٗ) ہے' اِس لئے منصوب ہے۔ علامتِ نصب تنوین نصب (ـً) ہے اور یہ فعل "وَدَّ" کا مفعول لہٗ بھی ہو سکتا ہے اور فعل "یَرُدُّوْنَ" کا بھی۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا "دل سے چاہتے ہیں.... ازراہِ حسد" یعنی "بہت سے اہل کتاب دل میں حسد رکھ کر/ اپنے دل کی جلن سے/ اپنے دلی حسد کی وجہ سے/ یہ چاہتے ہیں" اِس میں "حَسَدًا" کا اصل ترجمہ تو "حسد رکھ کر/ جلن سے/ حسد کی وجہ سے" ہے۔ باقی "دل میں/ دل کی/ دلی" کا تعلق دراصل اگلی عبارت "مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ" سے ہے (چاہے "حَسَدًا" کو "وَدَّ" سے متعلق سمجھیں یا "یَرُدُّوْنَ" سے) اردو کے کم از کم تین مترجمین نے اسی طرح (یعنی "حَسَدًا" کو فعل "وَدَّ" کا مفعول لہ سمجھ کر) ترجمہ کیا ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ تاہم بیشتر مترجمین نے دوسری صورت یعنی "حَسَدًا" کو فعل "یردُّون(کُمْ)" کا مفعول لہٗ سمجھ کر ترجمہ کیا ہے یعنی تم کو دوبارہ کافر بنانے کی "کوشش" یا "عمل" (جس کا مفہوم خود فعل "رَدَّ" میں موجود ہے) کا باعث حسد ہے۔ یہ تراجم حصہ اللّغۃ [۲:۶۶:۱(۳ اور ۴)] میں گزر چکے ہیں یعنی "....کافر بنادیں/ کر ڈالیں تم کو محض حسد کی وجہ سے/ حسد کی راہ سے جو ان کے نفسوں/ دلوں میں ہے/ دلی حسد کی وجہ سے/ دلوں کی جلن سے" وغیرہ کی صورت میں------ ان میں سے بعض تراجم میں "جو" کا استعمال "حَسَدًا" کے نکرۂ موصوفہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور "ان کے نفسوں/ دلوں/ دلی/ دلوں کی" کے الفاظ کا تعلق اگلی عبارت "من عندِ انفسِھم" سے ہی ہے' یعنی "حسد" کا سرچشمہ تو ان کے نفس (دل) ہی ہیں' چاہے یہ حسد "خواہش" (ودّ) کا باعث ہو یا "کوشش/ عمل" (ردّ) کا باعث ہو۔

[مِنْ عِنْدِ....] جار (مِنْ) اور مجرور (ظرفِ مضاف "عِنْدَ") ہیں جس کی وجہ سے "عِنْدَ" کی

دال کی کسرہ (ـِ) آئی ہے اور "مِنْ" یہاں ابتداء الغایۃ کے لئے ہے جسے مِنْ ابتدائیہ بھی کہتے ہیں۔ دیکھئے [۲:۲:۱:۱(۵)] .... یعنی یہ بتاتی ہے کہ اِس (حسد) کا منبع کہاں ہے؟... اور یہ [... انفسھم] ہے۔ یہ مرکب اضافی جس میں آخری "ھُم" تو ضمیر مجرور ہے اور کلمہ "انفُس" سابقہ ظرف (عِندَ) کا مضاف الیہ ہونے کے باعث مجرور بھی ہے مگر آگے ("ھم" کی طرف) مضاف ہونے کے باعث اِس کی تنوین الجر (ـٍ) خفیف ہو کر صرف کسرہ (ـِ) رہ گئی ہے.... یوں اِس پورے مرکب جاری (مِن عندِ انفُسِھم) کا تعلق "حَسَدًا" سے ہی ہے' چاہے "حَسَدًا" کا تعلق جس بھی فعل سے ہو۔ [مِنْ بَعْدِ مَا....] "مِنْ بَعْدِ..." ابھی اوپر جملہ نمبرا میں (مِن بعدِ ایمانِکم میں) گزرا ہے اور مندرجہ بالا "مِنْ عِنْدِ" کی نحوی پوزیشن بھی وہی ہے' یعنی حرف الجر (مِنْ) کے بعد ظرف (بَعْدُ/ عند) مجرور اور آگے مضاف ہیں۔ البتہ یہاں (زیر مطالعہ حصہ عبارت میں) اگلا مضاف الیہ کوئی ایک اسم یا مرکب اضافی (ایمانکم/ انفسھم کی طرح کا) نہیں بلکہ یہ مضاف الیہ "ما" سے شروع ہونے والا ایک جملہ فعلیہ ہے جس کے ساتھ یہ "ما" مصدریہ ہو کر اِس فعل کو مصدر مؤوّل بھی بنا سکتا ہے.... بعینہٖ اسی ترکیب (مِن بعدمَا....) اور اِس کے "ما" کی مصدریت کے لئے دیکھئے البقرہ : ۷۵ [۲:۴۷:۱:۱(۵)] اور اسی چیز (ما مصدریہ) کا ذکر یہاں بھی (ابھی آگے) ہوگا۔ [تَبَیَّنَ] فعل ماضی ہے۔ [لَھُمْ] یہ مرکب جاری (لام الجر "لِ" + ضمیر مجرور "ھُم") اِس فعل (تبیَّن) سے متعلق ہے۔ اِس (لِ) کا اردو ترجمہ اِس فعل (تبیَّن) کے ساتھ بصورت "پر" کرنا پڑتا ہے.... دیکھئے اوپر [۲:۲۶:۱:۱(۳)] میں۔ [الحَقّ] فعل "تبیَّن" کا فاعل (لہٰذا) مرفوع ہے۔ اصل میں اِس کی سلیس عبارت "مِن بعد ماتبیَّنَ الحقُّ لھم" بنتی ہے۔ اردو ترکیب جملہ میں اِس "لھم" کا ترجمہ آخر پر بھی کر سکتے ہیں اور "مِن بَعدِمَا" کے فوراً بعد بھی اور "مَا" کو مصدریہ سمجھ لیں تو عبارت (مقدر یا مؤوّل) بنے گی۔ "مِن بَعدِ تَبیَّنِ الحَقِّ لَھُم" (بعد واضح ہو جانے حق کے ان پر/ حق کے ان پر واضح ہو جانے کے بعد) تاہم ہمارے اکثر مترجمین نے اِس (مصدریت والے) ترجمہ کو نظرانداز کرتے ہوئے "تبیَّنَ" کا بطور فعل (ظاہر ہو چکا/ ہو گیا وغیرہ) ہی ترجمہ کیا ہے۔ صرف ایک ترجمہ بصورت "ظاہر/ واضح ہوئے پیچھے" آیا ہے' اِس میں "واضح ہوئے" بظاہر "واضح ہونے" کے (مصدری) مفہوم میں ہی آیا ہے اور یہ پورا مرکب (مِن بَعدِ ما تبیَّن لھُم الحق) بھی (حَسَدًا "مِن عِندِ اَنفُسِھِمْ" کی طرح) یا تو فعل "وَدَّ" سے متعلق ہے' یعنی حق واضح ہونے کے بعد بھی ازراہ حسد یہ خواہش رکھتے ہیں اور یا پھر فعل

"يَرُدُّوْنَ" سے متعلق ہے یعنی حق واضح ہونے کے بعد بھی ازراہ حسد اِس کوشش میں ہیں کہ تم کو لوٹا دیں۔ اسی کوشش کے مفہوم کو بعض مترجمین نے "کسی طرح لوٹا دیں / پھیر دیں" سے ظاہر کیا ہے۔ "لَوْ" کے "کاش کہ" میں بھی "یہ کس طرح" (کے عمل یا کوشش) کا مفہوم موجود ہے۔ اور چونکہ اِس پوری عبارت یا دونوں عبارتوں (حَسَدًا مِنْ عِنْدِ انفُسِهِم اور مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الحَقُّ) کا ترجمہ جملہ نمبر۱ کے فعل "وَدَّ" یا "يَرُدُّوْنَ" سے بنتا ہے اِس لئے اردو کے ایک آدھ مترجم نے عبارت کی اصل عربی ترتیب کی بجائے اجزائے جملہ کی اردو ترتیب کو مدِنظر رکھتے ہوئے ترجمہ "اکثر اہل کتاب (كَثِيرٌ مِن اَهْلِ الْكِتَابِ) باوجودیکہ حق ان پر ظاہر ہو چکا ہے (مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الحَقُّ) اپنے دلی حسد کی وجہ سے (حَسَدًا من عندِ انفُسِهِم) چاہتے ہیں (وَدَّ)" کی صورت میں کیا ہے۔ مفہوم تو درست ہے مگر ترجمہ میں "محاورے کا پیشہ" بھی واضح ہے۔

۲ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

[فَاعفُوا] "اُعْفُوا" (فعل امر حاضر) سے پہلے والی فاء (فَ) یہاں "فاء فصیحة" کے طور پر آئی۔ یعنی وہ فاء رابطہ جو کسی مقدر (غیرمذکور) شرط کے جواب کے طور پر آتی ہے۔ دیکھئے البقرہ : ۹۱ [۲:۲ ؛ ۵۶ ؛ ۲ (۵)] میں۔ یہاں یہ مقدر شرط کچھ یوں بنتی ہے "اذا کان امرهم كذلك فاعفوا...." (جب ان کا معاملہ یوں ہی ہے تو....) یہاں "كذلك" ان کے اوپر بیان کردہ رویہ کے لئے ہے [وَاصفَحُوا] میں "و" عاطفہ ہے اور "اصفَحُوا" فعل امر حاضر ہے۔ یہاں ان دونوں افعال (اعفوا اور اصفحوا) کے مفعول محذوف ہیں۔ یعنی یہ نہیں بیان ہوا کہ "کس" سے اور ان کے "کون سے" فعل سے درگزر کرو' مگر سیاق عبارت سے "اہل کتاب کی اکثریت کے عزائم اور منصوبے" سمجھے جا سکتے ہیں۔ [حَتّٰى] یہاں بطور حرفِ نصب آیا ہے جس کے بعد ایک مقدر "اَن" کے باعث مضارع منصوب ہو جاتا ہے اور اسی لئے [يَاْتِيَ] فعل مضارع منصوب ہے۔ علامت نصب آخری "ی" (لام کلمہ) کی فتحہ (ـَــ) ہے۔ اور چونکہ "اَن" (یعنی "حتى اَن" والا مقدر) مصدریہ بھی ہوتا ہے اِس لئے مصدر مؤول کے ساتھ "حَتّٰى" (حرف الجر ہو کر) "حَتّٰى يَاْتِى اللّٰهُ بامره" سے مقدر یا مؤول عبارت بصورت "حَتّٰى اِتيانِ امرِ الله" (یعنی اللہ کے حکم آنے تک) بنے گی۔ تاہم یہ خواہ مخواہ کی فنی پیچیدگی اور محض فعل کا مصدر بنانے کی مشق ہے' اِس لئے ہمارے کسی مترجم نے بھی اسے اختیار نہیں کیا' بلکہ سب نے سیدھا سادہ فعل کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ اِس بناء پر اسم جلالت [اللّٰهُ]

یہاں اِس فعل (یاتی) کا فاعل (لہذا) مرفوع ہے۔ [بامرِہٖ] کی ابتدائی باء (بِ) وہ صلہ ہے جو فعل "أتَی - آنا" پر لگ کر اسے "..... کو لانا' لے آنا" کے معنی دیتا ہے۔ باقی حصہ "امرہ" مرکب اضافی ہے جس میں "امر" مضاف ہے جو باء (بِ) کی وجہ سے مجرور اور آگے مضاف ہونے کی وجہ سے خفیف بھی ہے' یعنی اس کی تنوین ایک کسرہ (ـِ) میں بدل گئی ہے اور آخر پر ضمیر مجرور (ہ) ہے۔ یوں یہ پورا مرکب جاری (بامرِہٖ) متعلق فعل "یاتی" ہے اور آپ اسے اس کا مفعول (لہذا محلاً منصوب) بھی کہہ سکتے ہیں۔

٤ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ..... بعینہٖ یہی جملہ سب سے پہلے البقرہ : ٢٠ میں آیا تھا اِس کے اعراب کے لئے دیکھئے [٢:١٥:٢] کے آخر پر۔

٥ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ..... بعینہٖ یہی عبارت جو دو جملوں پر مشتمل ہے سب سے پہلے البقرہ : ٤٣ میں گزری ہے۔ اِس کی اعرابی بحث کے لئے دیکھئے [٢:٢٩:٢] میں جملہ نمبر٢۔ اِس کے بعد یہی عبارت البقرہ : ٨٣ میں بھی آئی تھی، جس کے اعراب پر بات [٢:٥١:٢] میں جملہ نمبر ٥ میں ہوئی تھی۔

٦ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ

[وَ] مستانفہ ہے۔ یہاں سے ایک الگ مضمون شروع ہوتا ہے۔ اسی لئے اِس سے پہلی عبارت کے آخر پر وقف مطلق (ط) ہے۔ [مَا] موصولہ شرطیہ ہے بمعنی "جو کچھ بھی کہ" جو یہاں اگلے فعل الشرط (تُقَدِّموا) کا مفعول مقدم ہو کر محل نصب میں ہے۔ مبنی ہونے کی وجہ سے "مَا" میں ظاہراً کوئی علامت نصب نہیں ہے۔ [تُقَدِّمُوا] فعل مضارع مجزوم (صیغہ جمع مذکر حاضر) ہے۔ جزم کی وجہ اِس سے پہلے اسم الشرط جازم (مَا) کا آنا ہے اور اِس (فعل الشرط) کی علامت جزم آخری نون (اعرابی) کا گر جانا ہے۔ اب اِس کے واو الجمع میں ضمیر الفاعلین "انتم" شامل ہے۔ [لِاَنفُسِکم] یہ مرکب جارّی جو لام الجر (لِ) + انفُس + کم کا مرکب ہے اور جس میں "انفسکم" مرکب اضافی ہے اور "انفس" مجرور اور آگے مضاف ہونے کے باعث خفیف بھی ہے۔ علامت جر کسرہ (ـِ) ہوگئی ہے۔یہ پورا مرکب جاری (لانفُسِکم) فعل "تقدِّموا" سے متعلق ہے اور [مِن خَیر] جار (مِن) + مجرور (خَیرٍ) مل کر اِس فعل (تُقَدِّمُوا) کے مفعول مقدم (مَا) کی صفت یا تمیز ہے جس میں "مِن" تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے اور بیانیہ بھی۔ دیکھئے [٢ :٢: ١ (٥)] یہاں تک کہ حصہ عبارت (وَما تقدِّموا لانفسِکم مِن خیرٍ) کی سلیس و سادہ شکل (فعل فاعل مفعول کی عام ترتیب کے مطابق)

"وَما تقدِّموا من خیرٍ لانفُسِکم" ہوتی۔ اب "لِانَفُسِکم" کی تقدیم سے اس میں "اپنی ہی جانوں کے لئے/ اپنے ہی لئے" کا مفہوم ہے۔ [تَجِدُوْہُ] کی آخری "ہ" تو ضمیر منصوب (مفعول) ہے اور "تَجِدُوا" (ضمیر مفعول کے بغیر واو الجمع کے بعد الف الوقایہ لکھنا ضروری ہوتا ہے) فعل مضارع مجزوم ہے۔ جزم کی وجہ جوابِ شرط میں آنا ہے اور علامتِ جزم آخری نون کا گرنا ہے (دراصل صیغہ مضارع "تَجِدُون" تھا) اور واو الجمع میں ضمیر الفاعلین "انتم" موجود ہے۔ یہاں فعل "وجَد یجِد" صرف ایک مفعول کے ساتھ بمعنی "پا لینا/ حاصل کرنا" آیا ہے۔ [عندَ اللّٰہِ] میں "عِنْدَ" ظرف مکان مضاف (لہٰذا) منصوب ہے' علامت نصب "د" کی فتحہ (ـَـ) ہے اور اسم جلالت اِس کا مضاف الیہ ہو کر مجرور ہے اور یہ مرکب ظرفی فعل "تَجِدُوا" سے متعلق ہے' یعنی اِس میں "کہاں/ کس جگہ پاؤ گے" کا جواب ہے۔

❼ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ---- اِس سے ملتا جلتا جملہ "وَاللّٰهُ بصیرٌ بما یَعْمَلون" البقرہ : ۹۶ میں گزرا ہے جس کے اعراب پر [۲:۵۹:۲] کے جملہ نمبر۵ میں بات ہو چکی ہے۔ بہرحال یہاں جملہ [اِنَّ] حرف مشبہ بالفعل سے شروع ہوتا ہے اور اسم جلالت [اللّٰہ] اِس "اِنَّ" کا اسم ہو کر منصوب ہے۔ [بِمَا] باء جارہ یہاں فعل (بصُرَ بِہ - کو دیکھنا) کے صلہ والی ہے اور "مَا" اسم موصول مجرور (بِالبَاء) ہے اور "مَا" مبنی ہے' اِس لئے اِس میں ظاہراً کوئی علامت جر نہیں ہے۔ [تعمَلوُن] فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر ہے جس میں ضمیر فاعلین "انتم" شامل ہے اور یہ جملہ فعلیہ (فعل فاعل) ہو کر موصول ہے جس میں ضمیرعائد محذوف ہے' یعنی دراصل "تعمَلونَہٗ" تھا۔ اور یہ صلہ موصول (مَا تعمَلون) باء الجر کے ساتھ (بصورت "بِمَا تعمَلوُن" متعلق خبرمقدم ہے اور [بَصِيْرٌ] خبرِ"اِنَّ" (لہٰذا) مرفوع ہے جملے کی سادہ نثر"اِن اللّٰہ بصیرٌ بما تعمَلون" بنتی ہے جس میں رعایت فاصلہ کی بناء پر متعلق خبر(بما تعمَلون) کو مقدم کر دیا گیا ہے۔ خیال رہے فعل "یبصُربِ اور صفتِ مشبہ "بصیرٌبِ..." دونوں کا مطلب تو "... کو دیکھتا/ دیکھنے والا" بنتا ہے مگر صفت مشبہ میں دوام و استمرار کا مفہوم ہے جیسا کہ حصہ "اللّغة" میں بیان ہوا۔

۲ : ۶۶ : ۳ الرّسم

بلحاظ رسم زیر مطالعہ قطعہ میں صرف چار لفظ قابل ذکر ہیں یعنی "الکتٰب' ایمَانُکم' الصلٰوۃ اور الزکٰوۃ"---- ان میں سے "ایمانکم" کا رسم عثمانی مختلف فیہ ہے۔ باقی تین کا رسم متفق علیہ ہے۔ یہ چاروں الفاظ پہلے بھی گزر چکے ہیں--- "الکتب" کے رسم کے لئے

دیکھئے البقرہ : ۲ [۲:۱:۳] میں نمبر۲۔ "ایمانکم" کے لفظ "ایمان" کے رسم کے اختلاف کے لئے دیکھئے البقرہ : ۹۳ [۲:۵۷:۳] میں نمبر۶۔ "الصلوۃ" کے رسم پر بحث کے لئے دیکھئے البقرہ : ۳ [۲:۲:۳] میں نمبر۱ اور پھر "الصلٰوۃ اور الزکٰوۃ" دونوں کے رسم کے لئے دیکھئے البقرہ : ۴۳ [۲:۲۹:۳] میں نمبر۲۔

۲ : ۶۶ : ۴ الضبط

اِس قطعہ سے صرف بعض چیدہ الفاظ (مفرد و مرکب) کے ضبط بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ اکثر الفاظ پہلے متعدد بار گزر چکے ہیں یا ان کے ضبط میں صرف حرکات کی شکل کا اختلاف ہے۔

اَهْلِ الْكِتٰبِ/ اَهْلُ الْكِتٰبِ، اَهْلِ الْكِتَابِ/ كُفَّارًا، كُفَّارًا/ اَنْفُسِهِمْ، اَنْفُسِهِمْ، اَنْفُسِهِمْ/ تَبَيَّنَ، تَبَيَّنَ/ الْحَقُّ، الْحَقُّ، الْحَقُّ/ فَاعْفُوْا، فَاعْفُوْا، فَاعْفُوْا/ وَاصْفَحُوْا، وَاصْفَحُوْا، وَاصْفَحُوْا/ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ/ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ، ءَاتُوا الزَّكٰوةَ، ءَاتُوا الزَّكٰوةَ/ لِاَنْفُسِكُمْ/ لِأَنْفُسِكُمْ، لِاَنْفُسِكُمْ۔

بقیہ : تعارف الکتاب

معجزہ جو محمد عربی صلی اللہ علیہ و سلم کو عطا کیا گیا وہ قائم و دائم ہے، تا قیامِ قیامت رہنے والا ہے، بلکہ تا قیامت ہی نہیں، ابد الآباد تک کے لئے ہے۔ اس لئے کہ روایات میں آتا ہے کہ اہلِ جنّت سے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم سنیں گے اور قرآن مجید کے پڑھنے والوں سے فرمائیں گے کہ قرآن پڑھو اور بلند سے بلند مراتب کی طرف ترقی کرتے چلے جاؤ، تمہارا آخری قیام وہ ہوگا جہاں تم قرآن مجید کی آخری آیت پڑھو گے۔ تو واقعہ یہ ہے کہ ہمیں قرآن مجید کی عظمت کو پہچاننا چاہئے کہ یہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی نبوت و رسالت کا زندۂ جاوید ثبوت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○